

امامیہ کتبِ حدیث میں نقلِ حدیث کے طرق

سید علی رضا کاظمی*
aliraza7429@gmail.com

کلیدی کلمات: متعدد طرق، کتبِ اصحاب آئمہ، اصولِ اربعہ، فہرست النجاشی، فہرست الطوسي

خلاصہ

"طرق" طریق کی جمع ہے جس کا معنی راستہ، وسیلہ یا ذریعہ ہے۔ لہذا نقلِ حدیث کے طرق سے مراد، وہ ذرائع، وسائل اور اسلوب ہیں جن کے ذریعے حدیث کو نقل کیا جاتا ہے۔ اس مقالہ میں شیعہ امامیہ کے ہاں حدیث کے نقل و بیان کے اُن وسائل، اسلوب اور ذرائع کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کے ذریعے معصومین علیہم السلام کی احادیث آپ کے شیعوں تک پہنچیں۔ مقالہ کے مطابق اصحاب آئمہ علیہم السلام نے ائمہ معصومین علیہم السلام سے بالواسطہ یا باواسطہ جو احادیث نقل کی ہیں، یہ نسل در نسل منتقل ہوتی ہوئی ایک ایسے دور تک پہنچتی ہیں جو کتبِ اربعہ کے مؤلفین کا دور کھلاتا ہے۔ یوں یہ احادیث اصلی مأخذ سے منتقل ہوئی ہیں۔

تاہم دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ احادیث شیعہ محدثین تک ائمہ کے اصحاب سے متعدد طرق (مختلف راویوں اور مختلف کتب) کے ذریعے منتقل ہوئیں یا ان کا طریق واحد (فقط ایک ہی راوی اور ایک ہی کتاب) تھا؟ اس مقالے میں اس فرضیہ کو ثابت کیا گیا ہے کہ اصحاب آئمہ کی کتب "متعدد طرق" ہی کے ذریعے بعد کے دور کے علماء و محدثین تک منتقل ہوئی ہیں۔ مقالہ نگار کے مطابق یہ احادیث اصحاب آئمہ کے مکتوبات، "شہرت" اور "متعدد طرق" سے محدثین تک منتقل ہوئی ہیں۔ لیکن کتبِ اربعہ کی تدوین کے بعد ان اصحاب کی کتب کے "طرق" کافی حد تک کم ہوتے چلے گئے؛ یہاں تک کہ بالکل متذوک ہو گئے اور یہ امر متاخر علماء کے لئے ایک اجتہادی موضوع میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا۔

*- مندہبی سکالرو محقق (حوزہ علیہ قم)

تعارف

یہ بات نہایت واضح و روشن ہے کہ ایک کلام کو منتقل کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اس کی لفظی اور ذہنی حالت سے نکال کر کتبی صورت میں ثبت و ضبط کیا جائے۔ بالخصوص اگر یہ کلام ایسی حدیث ہو جو اسلامی معاشرے میں اہم اور مقدس مقام رکھتی ہے تو اس کا یوں ضبط اور زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن کسی حدیث کو اس کی لفظی اور ذہنی حالت سے مکتوب صورت میں لانے اور ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرنے کے لئے دو چیزوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ پہلی چیز، اس کلام یا حدیث کی ”اصالت اور عینیت“ ہے اور دوسری چیز، اس کی ”صیانت اور حفاظت“ ہے۔ احادیث کے لفظی اور ذہنی مرحلہ سے نکل کر کتبی مرحلہ تک پہنچنے کے لئے ناقل کے حافظہ کا سالم ہونا بھی ضروری ہے۔ نیز حدیث کی تابت کے مرحلہ پر اس کے الفاظ نہایت دقیق اور بعینم الفاظ منتقل ہونے چاہیں جو بیان ہوئے۔ کیونکہ ”نقل ب معنا“ (الفاظ کی بجائے ان کا مفہوم و مطلب بیان کرنا) شفاہی طرزِ نقل سے کہیں مکتر ہے۔

شیعہ احادیث کا ایک امتیاز یہ ہے کہ روایاتِ معصومینؐ کو مکتوب صورت میں پیش کرنے کا طریقہ کار خود ائمہ معصومینؐ کے دور سے ہی راجح تھا۔ اور دوسری جانب ائمہ معصومینؐ نے خود تاکید فرمائی کہ ہماری احادیث کو لکھا کرو اور انہیں اپنی آئندہ نسل تک منتقل کرو۔ (۱) اس سلسلے کی ایک حدیث بطور نمونہ پیش کرتے ہیں تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔ امام صادق علیہ السلام، اپنے شاگرد مفضلؑ سے فرماتے ہیں:

”عَدَّةٌ مِّنْ أَصْحَابِنَا، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ خَالِدِ الْبَيْتِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَيْرَيِّ، عَنِ النَّعْمَلِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ إِلَيْ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَكُتُبْ، وَبُثْ عِلْمِكَ فِي إِخْوَانِكَ، فَإِنْ مِثْ فَأَوْرُثُ كُتُبَكَ بَنِيكَ؛ فَإِنَّهُ يُأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ هَرِيجٌ لَا يَأْنُسُونَ فِيهِ إِلَّا بِكُتُبِهِمْ“ (۲)

یعنی: ”— لکھا کرو اور اپنے علم کو اپنے بھائیوں میں پھیلاؤ۔ پس جب تمہیں موت آئے تو اپنی کتب اپنی اولاد کو وراثت میں دے کر جاؤ کیونکہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جب وہ اپنی کتابوں کے سوا کسی اور چیز سے مانوس نہ ہوں گے۔“

حضرت امام علیؑ نے پیغمبر گرامی اسلام ﷺ کے زمانے ہی میں اپنے دستِ مبارک سے احادیثِ نبویؐ کی تحریر و کتابت کا آغاز کیا۔ اور اس کے بعد یہ سلسلہ اصحاب و پیروان اہل بیت علیہم السلام میں، نسل در نسل قائم و دائم رہا ہے۔ مختلف تاریخی روایات کے مطابق، اصحابِ ائمہؑ مجلسِ تحدیث ہی میں روایات کو ثبت و ضبط کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہے تھے۔ بطور مثال، امام باقر اور امام صادق علیہما السلام کے جلیل القدر صحابی زرارہ جو احادیث، آئمہؑ معصومینؓ سے بلا واسطہ سنتے، تحریر کر لیا کرتے تھے اور ان کے پاس ہمیشہ تحریر و کتابت کے وسائل موجود ہوتے تھے۔ ایک دن امام صادقؑ سے نماز کے بارے میں سوال کیا تو اپنی الواح کو ہولا اور امامؑ کے جواب کو اس میں تحریر کیا۔۔۔ یہ تاریخی واقعہ جو ایک حدیثی خبر کی شکل میں بیان ہوا اصحابِ ائمہؑ کی طرف سے ان کی روایات کے حفظ، ثبت و ضبط اور حدیث کی کتابت کا فقط ایک عملی نمونہ تھا۔

ائمهؑ معصومینؓ بھی حدیث کی کتابت اور اس کو ثبت و ضبط کرنے کی بہت تاکید کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ خود انہی کے زمان حیات کے ایک مختصر دور میں سینکڑوں حدیثی مکتوبات (اصول) مددون شکل میں معرض وجود میں آگئے اور بعض اوقات ان کے سامنے حدیثی نسخے مددون شکل میں پیش بھی کئے گئے، جس کی انہوں نے تاکید بھی فرمائی (3) جو بعد میں ”اصول ارجمندی“ کے عنوان سے معروف ہوئے ہیں۔ (4)

کتاب کے انتقال کے ”طریق“ کی تعریف

اسلامی علوم کی رو سے ”طریق“ کی اصطلاح، دو معانی میں استعمال ہوتی ہے:

پہلا معنی ”طریق“ کا پہلا معنی عبارت ہے:

”الوسائل المتصلة بين الرواى والمروى عنه ويعبر عنه بالسند“ (5)

یعنی: ”راوی اور مرویؓ عنہ کے مابین متصل واسطے کہ جنہیں ”سند“ بھی کہا جاتا ہے۔ (6) معمولاً طریق وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں ایک ہی روایت مختلف اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہو۔ اور ان میں سے ہر ایک سند کو جو بعض حصوں میں باہم مشترک ہوں، طریق کا نام دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک ہی روایت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مختلف طرق سے نقل ہوئی ہے؛ جیسے ایک زرارہ کے طریق سے اور دوسرے محمد بن مسلم کے طریق سے۔

دوسرے معنی: ”طريق“ کا دوسرا معنی جو متقدمین کی اصطلاحات میں رائج تھا، وہ اس روشن یا طریقہ کار کو کہتے ہیں جو کوئی مؤلف اپنی کتاب کو لکھنے وقت اس کے اصلی ماذد سے مطالب نقل کرتے وقت بروئے کار لاتا ہے۔ یعنی یہ بتاتا ہے کہ میں نے یہ کتاب فلاں شخص سے اس طرح اخذ کی ہے۔ مثلاً قدیم علماء و محدثین جیسے شیخ صدوقؑ، شیخ طوسیؑ، ونجاشیؑ اپنی کتبِ حدیث میں روایات کے مجموعے کو جن روایاں حدیث سے نقل کرتے ہیں ان تمام روایوں سے نقل کے ذریعے کو بھی نقل کرتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب فلاں روایی سے اس کیفیت (طريق) سے نقل کی ہے اور اس طریق کو اپنی فہرست کی کتاب میں ایک دفعہ نقل کر دیتے ہیں پھر اس کے بعد وہ تمام روایات میں فقط اس آخری روایی کا نام نقل کرتے ہیں جس نے امامؐ سے بلا واسطہ احادیث کو نقل کیا ہے اور اس روایی کی روایات کا طریق اپنی ”فہرست“ (7) نامی کتاب میں یا ہر کتاب کے آخر میں ایک مشیخ (8) بنانے کا ذکر کر دیتے ہیں تاکہ اس روایی کی تمام روایات جو اس کتاب میں نقل ہوئی ہیں اس طریق سے ہم تک پہنچی ہیں اور یہ طریقہ، نقل روایات میں ان علماء کی انتہائی دیانتداری، ایمانداری اور امانتداری کی نشاندہی کرتا ہے۔ (9)

لہذا یہاں یہ جانتا بہت اہم ہے کہ اصول اربعہ مابین (٣٠٠) حدیثی مجموعے جن میں اصحاب آئمہ نے بلا واسطہ امامؐ معموم کی احادیث کو تحریر کیا) آنے والی نسلوں تک کیسے پہنچے اور اس سلسلے کے روایوں کا کردار کیا رہا؟ اور ان کا ان مجموعوں کے انتقال کا ”طريق“ کیا رہا؟ یعنی ایک کتاب کے مولف سے لے کر وہ کتاب آئندہ نسلوں تک کیسے منتقل ہوئی؟ آیا متعدد طرق سے نقل ہوئی ہے یا طریق واحد سے؟

اس سوال کے جواب میں یہ بات مدد نظر رکھنی چاہیئے کہ کسی بھی کتاب کا اپنے مؤلف سے منسوب ہونا ضروری ہے۔ یاد و سرے لفظوں میں یوں کہیں کہ، روایان حدیث کے ایک طبقے سے دوسرے طبقے تک حدیث کے منتقل ہونے میں جتنے بھی افراد اس کتاب کو نقل کر رہے ہیں وہ تمام کے تمام افراد اس کتاب کے نقل ہونے کے تمام مرافق میں بالواسطہ یا بلا واسطہ دخالت رکھتے ہیں اور اس کتاب کے علمی اور مستند ہونے کا دار و مدار اس بات پر موقوف ہے کہ ان افراد یا روایوں کی علمی و رجالی حیثیت کا اعتبار کتنا ہے اور آیا ہر زمانے کے روایی ایک ہی طبقہ میں سے شمار ہوتے ہیں یا نہیں۔

لہذا اپنے بعد کے تمام طبقات میں نقل ہوتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ بعد کے طبقات میں تمام افراد موٹتی ہیں تو تب وہ کتاب علمی حجتیت کا مقام حاصل کر سکے گی۔ لہذا قدیم علماء نے اس مسئلہ

کا حل اپنے ہی زمانے میں تلاش کیا اور ایک روایت سے لے کر پوری کتاب کے نقل ہونے کے تمام مراحل کو یا تو اپنی کتاب "الفسرست" میں ذکر کر دیا یا پھر ہر کتاب کے آخر میں ایک "مشیخ" تیار کر دیا جس میں ان کے تمام اسناد و مشائخ کا نام ذکر ہوا ہے۔

مثلاً اگر شخص الف کی کتاب کے زمانے میں فقط ایک ہی راوی نے اس شخص سے اجازہ روایت اخذ کیا اور اس کتاب کو روایت کیا ہو اور اگر بالفرض اس بات کا احتمال ہو کہ وہ راوی الف کی کتاب میں تبدیلی لے آیا ہو اور غلطی سے یہ کتاب شخص 'ب' سے منسوب کر ڈالی ہو اور 'الف' کی تمام روایات کو 'ب' کے نام پر نقل کر دیا ہو تو الف کی اصالت ہمیشہ مشکوک رہے گی۔ کیونکہ اب اس صورت میں یہ پوری کتاب "خبر واحد" کے حکم میں چلی جائے گی اور اس کی سخن میں شامل ہو جائے گی۔

البتہ اگر انہی شرائط کے ساتھ الف کی کتاب کو نقل کرنے والے افراد کی تعداد تین ہو جائے یعنی تین افراد کو 'الف' نے اجازہ روایت دیا ہو تو آئندہ نسلوں میں اس کتاب کے تین نسخے (الف۔ ۱، الف۔ ۲، الف۔ ۳) موجود ہوں گے۔ اور ان تین نسخوں کے آپس میں موازنہ سے ان میں جو مشترکات سامنے آئیں گے تو ان سے اس کتاب کے طالب کی اصالت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکے گا اور اس ذریعہ سے اس کتاب کو اس کے مولف سے نہایت آسانی سے منسوب بھی کیا جاسکے گا۔

البتہ بعض محققین کا خیال ہے کہ اصحاب ائمہ کی کتب حکومتی دباو اور تلقیہ جیسی مختلف سیاسی و جوہات کی بناء پر طریق واحد کے بعد کے طبقات تک اور اسی طرح کتب اربعہ کے مولفین تک پہنچی ہیں۔ (10) اس کے مقابل میں بعض علماء کا نظریہ ہے کہ اصول اصحاب کی شہرت اور ان کا اپنے زمانے میں رانج ہونا، اس بات کی دلیل ہے کہ جس میں ان کے طریقے کے واحد یا متعدد ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ (11)

نظریہ "تعدد طرق" متفقہ میں کی نظر میں

شیخ صدوقؑ اپنی کتاب 'من لا يحضره الفقيه' کے مقدمے میں اپنی کتاب کی تمام روایات کو استخراج کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ مجموعہ روایات ان مشہور و معروف کتب سے اخذ کی گئی ہیں جو ہمارے نزدیک قابل اعتماد ہیں "جَمِيعُ مَا فِيهِ مُسْتَخْرِجٌ مِّنْ كُتُبٍ مَّشْهُورَةٍ عَلَيْهَا الْبَعْوَلُ وَ إِلَيْهَا الْمُرْجَعُ" (12) اس

بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ شیخ صدوقؒ اپنی کتاب کے مقدمے کے آخر میں، ان کتب تک رسائی کے طرق کا تعارف بھی کرواتے ہیں تاکہ ان کا مخاطب کتاب سے متعلق فہرست میں یا اس کتاب کے آخر میں پیش کیے گئے ”مشیخ“ سے رجوع کے ذریعے ان کے استاید و مشائخ تک آسانی حاصل کر لے۔

سید مرتضیٰ بھی اس بات کا اذاعاً کرتے ہیں کہ ہماری تمام (باجملہ) روایات کو خبر واحد سمجھنا درست نہیں ہے اور یہ روایات و اخبار جو اصحاب ائمہؑ سے مکتوب صورت میں ہم تک پہنچی ہیں، سراسر متواتر ہیں۔ (13)

شیخ طوسیؒ اپنی دو عظیم کتب (تہذیب اور الاستبصار) میں احادیث کو سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور اختصار کی غرض سے اسناد کی تنجیص کرتے ہیں اور اس اختصار کے سبب یہ معلق روایات رفع کرنے کے لئے انہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں ان کے تمام مأخذ کا ذکر ”مشیخ“ میں نقل کر دیا ہے جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ تمام روایات اصول اور کتب اصحاب ائمہؑ کی مجموعہ ہیں۔ اور ان میں سے بعض اصول اصحاب کے طرق متعدد یا مشہور ہونے کا اعتزاف بھی کیا ہے۔ اور بعض دفعہ انہی کتب میں سے بعض اصحاب کی کتب کی شہرت کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ (14)

معروف ترین شیعہ رجالی اور مختص، احمد بن علی نجاشی نے تو اپنی مشہور ترین کتاب کی اساس بھی اسی مسئلہ پر رکھی ہے کہ جس میں وہ شیعہ مؤلفین کی فہرست اور ان کی مجموعہ تالیفات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جہاں نہ صرف وہ افراد کے نام اور ان کی تالیفات پر اکتفاء کرتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر، شیخ تک ان شخصیات کا سلسلہ إسناد یا ان کتب تک رسائی کے مشہور طرق بھی ذکر کرتے ہیں۔ البتہ وہ اپنے مقدمے میں صراحت سے لکھتے ہیں کہ میں نے کتاب کی طوالت سے بچنے کی غرض سے جو احادیث مختلف طرق سے مجھ تک پہنچی ہیں ان تمام طرق کا ذکر نہیں کیا: ”ذکرت لرجل طریقاً واحداً حق لا یکثر تکثیر الطریق فی خرج عن الغرض۔“ (15)

نقلِ احادیث کی کثرتِ طرق کی عبارات

متقدیں کی کتب میں متعدد طرق سے نقل کے طریقہ کار کو انہی کی ہ کتب کی عبارات سے اخذ کیا جائے اور ان کا خلاصہ ایسی عبارت میں پیش کیا جائے جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جائے کہ ائمہؑ کی تمام روایات متعدد طرق ہی سے ہم تک پہنچی ہیں۔ نجاشیؓ نے اپنی کتاب رجال کے مختلف حصوں میں مختلف انداز

میں ان عبارتوں کو بیان کیا ہے۔ اب ہر ایک عبارت جو کتبِ حدیث کو نقل کرنے کی کثرت و تعدد طرق پر دلالت کرتی ہے، اسے بطور نمونہ ذکر نہیں بعینہ اس عبارت کا تکرار کی تعداد بھی ذکر کرتے ہیں۔ ان نمونوں میں اصحابِ آئندہ کی کتب میں کثرت طرق کافی حد تک نمایاں ہے:

1. سلیمان بن صالح الجصالص؛ روی عن أبي عبد الله علیہ السلام، کوفی، ثقة، لہ کتاب یرویہ عنه الحسین بن هاشم۔ أخبرنا الحسین بن عبید اللہ قال: حدثنا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حدثنا حَمْدَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْحَسِينِ بْنِ الْحَسِينِ بْنِ هَاشِمٍ عَنْ سَلِيمَانَ بْنَ صَالِحٍ بِكتابِه۔ (16)

2. السندي بن الربيع المقدادي. لہ کتاب. رویناہ بالاسناد الأول، عن ابن بطة، عن الصفار، عنه۔ (17) یا شیخ نجاشی نے اپنی معروف رجالی کتاب میں بعض ایک اصطلاحات استعمال کی ہیں جو ایک ہی کتاب کے متعدد طرق کی نشاندہی کرتی ہیں۔ مثلاً: یرویہ جماعتہ، جیسی اصطلاح کو ۶ بار استعمال کیا ہے۔ (18)؛ یرویہ عنه جماعتہ، ۳۸ بار، (19)، یرویہ عدة من أصحابنا، ۲۶ بار، (20) رواہ عنه جماعتہ، ۸ بار، (21)، یرویہ عدة، ۷ بار (22)، المعروفة، ۲ بار (23) اس مختصر مقالہ میں اس مسئلے کو علمی طور پر مختلف قرآن و شواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ متفقہ میں شیعہ علماء و محمد شین اپنی اکثر کتب کو اصحابِ آئندہ سے متعدد طرق سے ہی نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ نجاشی اور شیخ طوسی متعدد مقامات پر اسے صراحت سے بیان کرتے ہیں۔

حوالہ جات

- 1 - شیعہ کتبِ حدیث میں کئی ابواب میں اس نکتہ پر تاکید کی گئی ہے۔ بخوان مثال دیکھیے: الکافی (ج، ج ۱، ص ۱۵): باب روایۃ الکتب والحدیث ، فضل الکتب؛ مشکاة الانوار فی غریر الاخبار، ص ۱۳۲؛ الفصل التاسع فی الحث علی الکتاب و ملیئن بہ۔
- 2 - مکینی، شیخ محمد بن یعقوب، الکافی (ط۔ دارالحدیث)، ج ۱، ص: ۱۲۹-۱۳۰، محقق / مصحح: دارالحدیث، ناشر: دارالحدیث، قم، سال چاپ: ق ۱۴۲۹، نوبت چاپ: اول۔

3۔ رکھ ((عرضہ حدیث بر امامان)) : (قسمت اول)، ص ۳۸ بنا آخر مقالہ۔

4۔ اگر صحیح تر عبارت کو مدد نظر رکھا جائے تو، کتب اربعہ کے اصلی مانند یہی اصول و مولفات اصحاب آئندہ ہیں یہیں کہ جو اصولی طور پر ۲۰۰ کی تعداد کے قریب قریب ہے۔

5۔ بحر العلوم، سید مهدی، الفوائد الرجالیہ؛ ج ۳، ص ۲۲، ۲۷، تہران: مکتبۃ الصادق، ۱۴۰۵ق۔

6۔ علی القاری، نہجۃ النظر فی شرح نجۃ الافکر، ص ۱۵، ۲۷، بیروت: شرکت دارالارقم بن ابی ارتقم۔

7۔ فہرست سے مراد وہ مجموعی کتب ہے جس میں ہر مولف کا نام اس کی کتاب کے ساتھ ذکر ہوتا ہے۔ اور اس میں اس مولف کا تعارف اور اس کی تمام کتب کا لذت کر کہ بھی موجود ہوتا ہے۔

8۔ مشیخت ان اسناد کی فہرست کو کہا جاتا ہے جس میں سنہ سے مشاہد کا واسطہ (وہ افراد جن سے وہ مولف روایت کر رہا ہے) یادہ کتب کہ جن سے یہ روایت نقل ہوئی ہے، ان اسناد کو مشاہد کہا جاتا ہے۔

9۔ شادی نقی، درایہ الحدیث، ص ۱۳۸۸، تہران: سمت، ۱۴۰۷ق۔

10۔ خوئی، سید ابوالقاسم، محمد رجال الحدیث و تفصیل طبقات الرواۃ، ص ۲۲۔ ۲۲، قم: مرکز نشر آثار شیعہ، ۱۴۱۰ق۔

11۔ شیخ بہائی، محمد بن حسین عاملی، مشرق الشیعین، ص ۲۶، الوانی، ج ۱، ص ۲۲، ۱۴۱۳ق۔

12۔ صدوقی، محمد بن علی، من لا يحضره الفقيه، ج ۱، ص ۳، قم: دفتر انتشارات اسلامی، ۱۴۱۳ق۔

13۔ علم الحدیث، سید مرتضی علی بن حسین موسی، رسائل الشریف المرتضی، ج اص ۲۶، قم: دار القرآن الکریم، اول، ۱۴۰۵ق۔

14۔ بطریق مثال، رکھ: تہذیب الاحکام، ج ۳، ص ۲۹۔

15۔ نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، ص ۳، ناشر: مؤسسة النشر الاسلامي التابع لجامعة المدرسين قلم المشرف چاپ: قم، سال چاپ: ۱۳۶۵ش۔ نوبت چاپ: ششم۔

16۔ ایضاً، ص ۱۸۴۔

17۔ شیخ طویلی، فہرست کتب الشیعہ و اصول و ایماء المصنفین و اصحاب الاصول (لطویلی) (ط۔ الحبیشی)، انص، ص ۲۲۹، ط۔ الحبیشی، ناشر: ستارہ، چاپ: قم سال چاپ: ۱۴۲۰ق، نوبت چاپ: اول۔

18۔ ایضاً، ص ۳۔

19۔ ایضاً، ص ۲۰۔

20۔ رجال النجاشی، ص ۲۷، ناشر: مؤسسة النشر الاسلامي التابع لجامعة المدرسين قلم المشرف چاپ: قم، سال چاپ: ۱۳۶۵ش۔ نوبت چاپ: ششم۔

21۔ ایضاً، ص ۲۷۔

22۔ ایضاً، ص ۱۰۸۔

23۔ ایضاً، ص ۱۰۱۔